

## تالیف کتب حدیث میں شروط کی ضرورت و اہمیت

### محمد شین کی آراء کا تحقیقی مطالعہ

\*حافظ محمد رمضان

Scholars look at Hadith (the Prophet Muhammad's (PbAh) narrations) or statements attributed to the Prophet (PbAh) from two angles: its chain of reporters and its text scholars have laid down five conditions for the acceptability of any Hadith. Along with these conditions, there are certain specific methods and unique styles of prominent Hadith scholars in collecting and discussing the Hadith. These unique style of each scholar is known as *shurut* (شرط) or *Manhaj* (منهاج) (Methods). Sometimes author himself identifies his *shurut* while others do not. In this article, some significant *shurut* of prolific muhadithin has been picked out and their significance to the hadith studies has been touched upon.

#### شرط کا مفہوم:

شرط کے معنی کسی چیز کو لازم کرنے کے ہیں۔ عربی زبان میں شرعاً متعارف معانی میں استعمال ہوتی ہے۔ شرط واحد ہے، اس کی بیش شروط ہے۔ شرط کے لغوی معنی کے متعلق علامہ جرج جانی قطر از ہیں:

"الشَّرْطُ، تَعْلِيقُ الشَّيْءِ بِشَيْءٍ وَبِخُيُوفٍ إِذَا وُجِدَ الْأُولُ وُجِدَ الْآخِرُ" ۱

یعنی شرط، ایک چیز کا دوسرا چیز کے ساتھ متعلق ہونا، اس طرح کہ جب ہی چیز پائی جائے تو دوسرا چیز بھی پائی جائے گی۔ ذاکر و حبہ الوحلی کے بقول

"الشَّرْطُ هُوَ الْوَصْفُ الظَّاهِرُ الْمُنْضَيْطُ الَّذِي يَوْلَفُ عَلَيْهِ وُجُودُ الْحُكْمِ مِنْ

غَيْرِ الْفَضَاءِ إِلَيْهِ، وَمَعْنَى مِنْ غَيْرِ الْفَضَاءِ، مِنْ غَيْرِ تَابِعِهِ" ۲

شرط ایسا ظاہری منضبط و صرف ہے جس پر حکم کے وجود کا انعام ہوتا ہے، لیکن وہ اس کی حقیقت میں مؤثر نہیں ہوتا ہے۔ نیز دوسرے الفاظ میں شرط کے وجود سے شرط کا حکم وجود مفترض نہیں اور نہ اس کا عدم مستلزم ہے، مثلاً: دشمن نماز کے لیے شرط ہے لیکن دشمن کے وجود سے نماز کا وجود یا عدم وجود لازم نہیں آتا۔

ہمارا مقصود بحث یہ ہے کہ تالیف کتب میں مؤلفین کا خاص امور یا خاص لفظ و مقص کا خیال رکھنا، خواہ اس

لی انجوڑی سکال، شعبہ علوم اسلامی، جامعہ قیتاب، لاہور۔

کی وضاحت و اپنی کتب میں کریں یا بعد کے علماء اتنی استقراء اور تلاش کے ذریعے سے اس لفظ و نسخ کو اخذ کریں، شروط کہلاتا ہے، علماء نے شروط اور صحیح کا اپنی کتب میں خاص اہتمام کیا ہے۔ علماء رفت فوزی لکھتے ہیں:

وَالْمُرَادُ بِالْمَتَاهِجِ الْطَّرُقُ الَّذِي أَسْتَعْمَلُوهَا فِي جَمْعِ الْحَدِيثِ تَلْوِينُهُ  
وَالْأُصُولُ الَّتِي وَضَعُوا هَا لِذِلِكِ، وَالْأَسَلِيبُ الْمُسْتَخْدَمُ فِي الْتَصَانِيفِ  
وَالْتَالِيفِ۔

علماء کے منابع سے مراد ایسے راستے اور طریقے ہیں جن کو انہوں نے حدیث اور اس کے متعلقات کے لیے بطور اصول وضع کیا اور وہ خاص حرم کے اسلوب جوان کی تصانیف کے تبع اور استقراء کے بعد حاصل ہوں۔ اس عبارت سے پیدا خواستہ ہے کہ مؤلفین تالیف کتب میں جن خاص امور اور اسالیب کو نظر رکھ کر کتب تالیف کریں ان کو شروط یا صحیح الکتاب کہتے ہیں۔ مذکور صدر گنجوں سے ظاہر ہوا کہ شروط سے مراد وہ مخصوص امور کو یہی نظر رکھنا جنہیں مختصین نے تالیف کتب کے دوران می خوار کھا۔

شرط کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ مختصین تالیف کتب کے وقت بعض امور کو یہی نظر رکھتے ہیں۔ انہی کے مطابق مفہومیں لاتے ہیں ان سے بہت کراور کچھ بھی ذکر کرتے ہیں۔ بعض ائمہ تو اپنی صحیح یا شروط کی وضاحت کر دیتے ہیں جیسا کہ امام ابو داؤد نے الرسالہ میں اپنی شرائی کی وضاحت کر دی ہے۔ ہر اور بعض ائمہ کے صحیح اور شروط کو بعد کے علماء اور محققین نے اخذ کر کے بیان کیا۔ جیسا کہ ائمہ متقدمین کی شروط کو بعد کے علماء نے اخذ کر کے بیان کیا اور اس پر باقاعدہ کتب لکھیں۔

### شرط کی اہمیت و افادیت:

استقدام کتب میں جو علوم معاون ثابت ہوتے ہیں، ان میں سے ایک علم جو بہت زیادہ اہمیت کا حامل ہے وہ شروط کا علم ہے۔ شروط تالیف کتب کے وقت مؤلفین کا خاص امور اور لفظ و نسخ کا خیال رکھنا کہلاتا ہے۔ اس فن کی اہمیت کو علماء نے تہایت عمدگی سے اجاگر کیا ہے۔ اس طبقے میں حدود میں اور متاخرین علماء کے تالیفی انداز میں فرق ہے۔ متاخرین علماء میں، خواہ وہ محدثین ہوں یا اہل سیر و تاریخ ہوں، انہوں نے شروط کا اہتمام بہت حدود میں کے زیادہ کیا ہے۔ اگرچہ حدود میں کے باہم بھی یہ چیز مسلسل تھی، اور اس کی اہمیت تسلیم شدہ تھی۔ جب ہم ان کی کتب کا مطالعہ کرتے ہیں تو خصوصاً ان سے مطالیبہ کیا جاتا ہے کہ قلاں کتاب میں آپ کا کیا انداز ہے، اس کی کیا شروط ہیں، آپ کی اصطلاحات کا مشہوم کیا ہے؟ تاکہ اس کتاب

کاظم آسان ہو سکے۔ عموماً حقد میں کوئی شخص کتاب تایف کرتا تو اس کا مطبع نظر اس فتن کی تمام جزئیات کا احاطہ کرتا تھا اور اس پر تحریکی لگاؤ دلتے ہوئے نقد اور صحیت کا خاص اہتمام کرتا۔ بعض اوقات ان کی کتب میں ضعیف اور غیر مستند روایات اور واقعات بھی مل جاتے ہیں۔ لیکن اس پر یہ لازم نہیں آتا ہے کہ وہ صحیح اور ضعیف کی تمیز نہیں کرتے تھے۔ ان کے ہاں اصل غرض یہ ہوتی کہ اس فتن کی تمام جزئیات کا احاطہ سند کے ساتھ کرو دیا جائے۔ اکثر اوقات اس پر نقد بھی کرو دیتے ہیں۔ اس لیے علماء کے نزدیک اس سلسلے میں ایک قاعدة مشہور ہے، مَنْ أَسْنَدَكَ فَلَقِدَ أَحَدُكَ۔<sup>۲</sup>

جو عالم یا مَوَافَجَ کسی واقعہ یا روایت کی سند یا ان کرے یا اپنی کتاب میں درج کر دے تو اس نے اب اس قصے اور روایت کی ذمہ داری قاری اور باحث (یعنی محقق) پر ڈال دی کہ وہ اس کی تحقیق اور تعریش کرے۔ اگر وہ صحیح ہو تو اس سے ایک علمی فائدہ ہو جاتا ہے لہصورت دیگر ضعیف اور صحیح میں تمیز ہو جاتی ہے۔ متأخرین کی کتب کا مطالعہ کرنے سے ایک خاص ترتیب سامنے آتی ہے، مقدمات، اور مبادیات اور فہارس اور پھر ایک خاص ترتیب سے موضوع کا ذکر کیا جاتا ہے تاکہ اس کاظم آسان ہو۔ اس کی مثال کیلئے ابن جبان کی صحیح ہے۔ اس کی تجویب متأخرین علماء میں سے علامہ علی بن میلان نے لا حسان میں کی ہے۔ یہ اسی طرح خطیب بغدادی علی الرحمہ کی کتب اصول حدیث کے تمام موابک علامہ عثمان ابن صالح نے علوم الحدیث المعروف مقدمہ ابن صالح میں مرتب کیا۔<sup>۳</sup>

علماء کے ہاں اس سلسلہ میں کئی الفاظ معروف اور مشہور ہیں، مثلاً: شروط، مناجیح اور مُنْجَحُ الکتاب۔ شروط پر علامہ حازی کی کتاب شروط الحسن، کتب حسن کے مناجیح پر کتاب ہے۔ اسی طرح الامام ابن خزیس و مُنْجَحُ فی کتاب مناجیح وغیرہ۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ شروط اور مناجیح میں تقریباً مانعت ہے۔

### حدیث میں کے نزدیک شروط کی اہمیت:

شرط کی اہمیت حقد میں علماء حدیث ویرے کے ہاں بھی سالم تھی جیسے کہ محمد بن عبد العزیز فرماتے ہیں کہ میں نے ابو رواۃ و علیہ الرحمہ کو کہتے ہوئے سن:

”وَمُسْتَلِّ عَنْ رِسَالَتِهِ الَّتِي كَجْبَهَا إِلَى أَهْلِ مَكَةَ وَغَيْرُهَا جَوَابًا لِلَّهِمْ فَلَمْ يُلْمَى عَلَيْنَا، إِنَّمَا بَعْدُ عَالَمَانَ اللَّهُ وَرَبُّنَا كُمْ. فَإِنَّكُمْ سَأَلْتُمْ أَنْ أَذْكُرَ لَكُمْ“۔<sup>۴</sup>

جب ان سے اس رسالہ کے متعلق پوچھا گیا جو انہوں نے اہل کمہ کے جواب میں ان کی طرف لکھا تو انہوں نے یہ بات املاء کروائی۔ میری طرف سے تم کو سلام، حمد و ثناء کے بعد جل شاد تھیں اور ہمیں اپنی

عقوبات سے معاف رکھے، تم نے مجھ سے سنن کی احادیث میں اصح شیء فی الباب کے متعلق پوچھا تو  
غیریب اس رسالہ میں اس کی تفصیل تمہارے سامنے رکھوں گا۔

اس عبارت سے یہ واضح ہوا کہ محدثین کے ہاں بھی شروط اور متعج کی حیثیت مسلسل تھی اگرچہ اس کا وجود  
متاخرین کی نسبت کم تھا۔ کچھ علماء نے اپنے مناج کو ذکر کر دیا ہے کہ امام ابو داؤد، امام ابن خزیم، امام مسلم  
ونفیہ اور بعض نے ذکر نہیں کیا۔ بعد کے علماء نے ان کی کتب سے استفادہ کرتے ہوئے ان کے متعج کو واضح  
کیا جیسا کہ صحیح البخاری کے متعج کو حافظ ابن حجر نے فتح الباری کے مقدمہ محدثی الساری میں بیان کیا۔<sup>۱۷</sup>

علامہ فتح فوزی اپنی مہر کتابۃ الاراء کتاب المثل الی مناج الحمد شین میں لکھتے ہیں:

**”وَمِنْ هَنَاءَتِهِ أَهْيَةُ الْكَشْفِ عَنْ هَلْيَةِ الْمَنَاهِيجِ، وَاللَّهُ تَعَالَى أَلَا سَطَاطَةُ مِنْ**

**الْحَدِيثِ وَالسُّنَّةِ، وَهُمَا الْمَعْنَى وَأَحَدٌ“۔<sup>۱۸</sup>**

یعنی اس کتاب کے مطالعہ سے قاری پر علماء کے مناج کی اہمیت واضح اور متناہی ہو جائے گی۔ کیونکہ  
مناج کے ذریعے سے اسی احادیث اور سنت سے استفادہ ممکن ہے۔<sup>۱۹</sup>

صاحب المثل الی مناج، کی اس عبارت سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ کتاب کے استفادہ کے لیے مناج  
اور شروط کا معلوم ہونا ضروری ہے، کیونکہ یہاں اوقات مؤلف کتاب کو تالیف کر دیتا ہے اور شارحین اس پر  
شرح لکھتے ہیں۔ اکثر اوقات شارحین میں سے بعض ایسے بھی ہوتے ہیں جو بعض اوقات مؤلف کی کتاب  
کی تشریع اس کے اسلوب سے ہٹ کر کرتے ہیں اور اس سے علمی تضان اور مدد لازم آتا ہے، جس کو  
علماء اپنی اصطلاح میں **”تَوْجِيهُ الْقَوْلِ بِمَا لَا يَرْضِي بِهِ الْقَافِلُ“** سے تعبیر کرتے ہیں، یعنی کسی کلمہ یا  
عبارت کی وہ توضیح پیش کرنا جو مؤلف کے اسلوب اور انداز سے جدا ہو۔ اس کے بارے میں علماء کا اصول یہ  
ہے کہ جس علم کا تعلق بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یادِ دین کے ساتھ ہو اس علم میں صحیح واقعہ اور روایت بہت  
زیادہ ضروری ہے گویا وہ دین ہے اور دین کے معاملے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ **”فَوَلَا تَسْقُطْ مَالَّا يَسْ**  
**لَكَ بِهِ عِلْمٌ“۔<sup>۲۰</sup>**

دین کے معاملے میں صحیح اور ضعیف کی تیز بہت زیادہ ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہرصدی میں محمد شین  
نے اور اہل السیر والمناقیز نے شروط اور متعج کا اہتمام کیا۔ محمد شین نے صحیح اور ضعیف کے مابین فرق کرنے  
کیلئے مستقل ایک علم کی بنیاد رکھی۔ جس کو علوم الحدیث کہتے ہیں، جن شروط کی پاسداری محمد شین نے کی اور اس  
کا لخاظ کسی حد تک اہل السیر والتأریخ نے بھی کیا۔ تاریخ کی ضرورت کے بارے میں سفیان ثوری فرماتے

ہیں:

”الْمَا إِسْعَدَ الرُّوَادُ الْكَلِبُتْ إِسْعَدَنَا لَهُمُ الْعَارِيُخُ“۔ ۱۱

جب لوگوں نے روایات میں جھوٹ کو استعمال کیا، چھوٹے قصے وضع کیے تو ہم نے (یعنی ہم اہل الحدیث والسریر والتاریخ) نے ان کے جھوٹ اور کذب دیائیں کیلئے تاریخ کا استعمال کیا۔

سفیان ثوری علیہ الرحمہ کے اس قول پر غور کرنے سے یہ بات معلوم ہوتا ہے کہ محمد شین اور موڑھین نے مسجح اور شروط کے اہتمام کے لئے مستقل طور پر تاریخ کافن ایجاد کیا، اس سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ تاریخ اور سیر حدیث کے ساتھ متعلق ہے۔ تاریخ کے فن پر جس نے اعتراض کیا محمد شین نے اس کا مدل جواب دیا ہے کہ تاریخ میں اور سیر میں ایک بہترین مسجح پیش کیا۔ حقد میں میں علامہ ابن خلدون نے مقدمہ ابن خلدون ایک مستقل کتاب لکھی اور اس میں یہ بات واضح کی کہ ایک مؤرخ کو تاریخ کی تالیف میں کس مسجح و اسلوب کو پہنانا چاہیے۔ ۱۵

### تاریخ و سیرت حدیث کے فنون ہیں:

ایک اہم نظر یہ بھی ہے کہ تاریخ اور سیر، حدیث کے فنون میں سے ہیں۔ مستشرقین نے تاریخ میں موضوعات اور معرفت روایات کو دیکھ کر تاریخ اور سیر کو حدیث کے باب سے خارج کیا ہے، حالانکہ جب ہم حقد میں اور متاخرین علماء کی قبرست دیکھتے ہیں تو حقد میں میں مسلم بن حنفیہ اور ابڑی بیک وقت حدیث اور سیر کے بھی مدون اول ہیں۔ انہوں نے حدیث کے ساتھ ساتھ سیرت اور تاریخ کو بھی مدون کیا، اسی طرح متاخرین میں حافظ ابن حجر محمد بن حنفیہ اور مؤرخ بھی ہے اور مؤرخ بھی ہے۔ اسی طرح شیخ الاسلام ابن حییہ کے شاگرد حافظ ابن کثیر محمد بن حنفیہ کے ساتھ مورخ بھی تھے انہوں نے تاریخ پر بہترین کتاب الہدایہ و التحایہ تالیف کی۔ اس کتاب کا بغور مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ تاریخ اور سیرت حدیث کے فنون ہیں۔ اور موڑھین اور اہل سیر میں سے بعض محمد شین نہیں ہیں۔ اس سلسلہ میں علامہ رضا احمد صدیقی نے مستقل طور پر مستشرقین کے اس اعتراض پر کہ موڑھین اور اہل سیر تو محض موڑھین اور اہل سیر تھے ان کا کوئی مسجح نہ تھا، اس لیے انہوں نے ضعیف اور موضوع کو لٹک کیا، نہایت مددگی سے مناقشو کیا۔ ۱۶

جب تاریخ اور سیرت، حدیث کے فنون میں سے ہیں تو حدیث دین ہے اور دین کی ہنیاد ولیل پر ہے جسی کیز نہیں اور موت کا انحصار بھی ولیل پر ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے۔

«إِلَيْكُمْ مَنْ هَلَكَ عَنْ يَسْنَةٍ وَيَحْيَى مَنْ حَيَّ عَنْ يَسْنَةٍ»۔ ۱۷

لبذا ان فتوں اور علوم میں مناج اور شروط کی اہمیت محض اس عنصر سے اہمیت کی حامل تھریتی ہے جب ان کا تعلق علم حدیث کے ساتھ ہو، قطع نظر اس سے کہ تاریخ اور سیر میں موضوع اور من گھڑت روایات کا بھی کافی مجموعہ ہے۔ لیکن اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے اہل تاریخ کا مناج ناقص ہے۔ اہل تاریخ اور سیر کے مناج کی اہمیت ان کے سر خلیل ابن خلدون نے بیان کر دی، ضعیف اور موضوع روایات کا مجموعہ اس نے جمع کیا تا کہ اس فتن کی تمام جزئیات کا احاطہ ہو سکے۔ حقدین جب کسی فتن کی تالیف کا آغاز کرتے تو اس کی مکمل جزئیات کا احاطہ کرتے ہوئے ان پر ناقد انتہرے کا بھی اہتمام کرتے اور عموماً مواد کے شائع ہونے کے خوف سے جزئیات کے احاطے کی سمجھی کی جاتی۔ ان کو انساد کے ساتھ بیان کر دیا جاتا تو حقدین نے مواد کی فراہمی کر دی اور علماء متاخرین نے اس میں تصحیح اور تحریکی، اور اس فتن کو مزید عمدہ کر کے پیش کیا، مثال کے طور پر حقدین کے مناج کے مطابق مرسل اور منقطع ہم معنی تھے مرسل کا اطلاق سند کے منقطع ہونے پر بھی ہو جاتا تھا لیکن متاخرین نے مرسل اور منقطع کی تعبیر میں امتیاز کیا اور مرسل کے بارے میں کہا کہ مرسل وہ ہے جس میں تائی رسول مطیع اور مطیع اہل سلم سے بیان کرے لیجی قائل رسول اللہ کہے جبکہ سند میں کسی جگہ بھی اتصال نہ ہو تو اس کو منقطع قرار دیتے ہیں، گوکہ ہر فتن میں ترقی اور ارتقاء ہوتا ہے، اور اسی مرسل کی بحث پر ہر غور کیجیے تو امام مالک اور ابو حییہ مطلق مرسل کے قائل تھے۔ ۱۸۔ جبکہ امام شافعی نے مرسل کے بارے میں چند شروط اور قوود کا اضافہ کیا، مزید تحقیق اور مناج کو اہم سمجھتے ہوئے اپنی کتاب "الرسال" میں یہ شرط لکھا کی کہ ایک مرسل کی تائید دوسری مرسل سے ہو۔ لیکن دونوں کا تخریج علیحدہ علیحدہ ہو۔ ۱۹۔ امام شافعی کی کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ مُرسل میں تین اور مُرسل میں پانچ شروط ہیں۔ ۲۰۔

### فتون کے ارتقاء میں مناج و شروط کا ارتقاء

ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کسی فتن کے ارتقاء کا مناج اور شروط کی بحث کے ساتھ کیا تعلق ہے؟ تو عرض ہے کہ اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ حقدین مناج اور شروط کی تخلیل میں کمزور تھے بلکہ ان میں سے ہر ایک کے نزد یک مناج اور شروط کا معیار اور مقام ہے، کسی کا مناج اور شروط یہ ہے کہ وہ اپنی کتاب میں مرسل روایات کو ذکر کرتا ہے اور دوسرا سندا بھی اہتمام کرتا ہے اس معیار کے فرق سے مناج اور شروط کی اہمیت کا انداز ہو گا، مناج اگر مناج صحیح اور متصل روایات اور بعض پر مشتمل ہو تو اعلیٰ، بصورت دیگر اگر مناج میں کمزوری ہو گی تو روایات کی صور تھال بھی مناج اور شروط کے اعتبار سے ہو گی، اس کی مزید توضیح کیلئے ایک بحث پر غور کیجیے علماء اصول حدیث اپنی کتب کے آغاز میں مناج کی بحث میں سمجھیں کا ایک دوسرے سے اور باقی کتب سے موازنہ پیش

کرتے ہیں اور پھر اس میں دلائل اور قرآن سے فضیلت اور احصیت کا فصلہ کرتے ہیں اسی میں سے ایک مؤٹا امام بالک اور صحیح البخاری کے مابین بھی موافقت اور مناقشہ ہے، اس میں اندر کے دو موقف ہیں: پہلا موقف ائمہ مالکیہ کا ہے کہ مؤٹا امام بالک تمام کتب میں سے صحیح ترین ہے ان کی دلیل امام شافعی علیہ الرحمہ کا یہ قول ہے:

”لَا عِلْمَ كَحَابًا فِي الْعِلْمِ إِكْثُرٌ صَوَابًا مِنْ كَحَابَ مَالِكٍ۔“ ۲۱

دوسرا موقف، صحیح البخاری کے بارے میں ہے ان حضرات کی دلیل یہ ہے کہ امام بخاری کا صحیح الکتاب اور اخذ روایت کا طریقہ اور اتصال سنہ کا اہتمام، اور ہر راوی کی روایات کو اپنی کتاب میں درج کرنے سے قبل اس سے لقاہ اور پھر تحقیق کرتے ہوئے اس سے روایت لیتا۔ ۲۲

ان شروط اور صحیح کی وجہ سے بخاری مؤٹا امام پر ارجح ہے، اور شافعی علیہ الرحمہ کی بات کا جواب یہ دینے ہیں کہ اس وقت صحیح کتاب صرف مؤٹا ہی تھی۔ ۲۳

بجکہ امام بخاری علیہ الرحمہ کا زمانہ بعد کا ہے نیز ان حضرات کی دوسری دلیل یہ ہے۔

مؤٹا امام بالک میں مرائل، باغیات، موقوف اور منقطع اور صحیح مواد بھی پایا جاتا ہے اور یہ کافی مقدار میں موجود ہے تو جب کتاب میں منقطع اور مرائل اور موقوف روایات کا وجود ہو اور ہو بھی متن میں توہم یہ کیسے کہ سکتے ہیں؟ کہ أَصَحُّ كُبَّ بَعْدَ كَحَابَ اللَّهِ تَعَالَى مُؤَطَّلَّكُبٌ۔ ۲۴

بجکہ امام بخاری نے اسچ میں متن میں صحیح اور منفصل روایات کا اہتمام کیا اور مرسل اور منقطع روایات کو متن میں ذکر کرنے سے کریز کیا کیونکہ ان کا صحیح الکتاب ان کی کتاب کے نام سے ہی ظاہر اور واضح ہے۔

”الْجَامِعُ الصَّرِحُ الْمُسْنَدُ الْمُخَصَّرُ مِنْ أَهْوَرِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسُنْنَةِ وَائِيَّهُ۔“ ۲۵

لبذا صحیح بخاری کی ارجحیت مؤٹا پر بھی ثابت ہے، اس پر اعتراض یہ ہوتا ہے کہ بخاری علیہ الرحمہ نے بھی اپنی کتاب میں تراجم میں مرائل اور اقوال کو ذکر کیا، تو پھر بخاری کی ارجحیت کس طرح حسم ہو گئی تو اس کا جواب مختلف علماء نے دیا ہے جیسے کہ حافظ ابن حجر قریات ہیں کہ مرائل مؤٹا، امام بالک کے نزدیک مسouج تھی اور ان کے ہاں اور ان کے قبیل کے نزدیک جست ہیں بجکہ امام بخاری نے جو مخالفات یا مرسل روایات ذکر کی ہیں اول تو وہ متومن میں نہیں ہیں، دوسری بات یہ ہے کہ ان کے مخالفات کے بھی چند مقاصد تھے۔ حافظ ابن حجر نے الکتاب میں ان کی وضاحت کی ہے۔ اور اس پر مستقل کتاب بھی لکھی ہے جو کہ تغییق اعلین

کے نام سے مشہور ہے۔<sup>۲۷</sup>

جس میں امام بخاری کا یہ طریقہ کار بیان کیا گیا ہے کہ جب ایک متن میں کسی فقہی مسائل ٹابت ہو رہے ہوں گے اس کی سند ایک ہو تو امام بخاری اس کو مطلق بیان کر دیتے ہیں یا بعض واقعات اختصار کے پیش نظر بھی روایت کو مطلق ذکر کر دیتے ہیں۔ حافظ ابن حجرؑ کے مطابق انہوں نے اپنی کتاب خاص کر تراجم میں ان مرویات کو اس لیے ذکر کیا تاکہ وہ اپنی کتاب کو فقہی کتاب بنائیں اس لیے وہ اسناد کو حذف کر دیتے تھے اس بحث کو حافظ ابن حجر نے انتخاب میں اس سیاق میں ذکر کیا ہے۔<sup>۲۸</sup>

کوئی صحیح کتب میں سے پہلی کتاب کوئی ہے۔ اس پر حافظ ابن حجر نے علامہ ابن صلاح کے حوالے سے لکھا ہے۔ **أَوَّلُ مَنْ صَنَفَ فِي الصَّرِيحِ الْبَخَارِيِّ رَحْمَةُ اللَّهِ تَعَالَى**۔<sup>۲۹</sup>

علامہ ابن حجر رحمہ اللہ اس پر تعلق کرتے ہیں کہ ابن صلاح کی اس بات پر امام مغلطائی نے اعتراض کیا ہے کہ صحیح کتب میں پہلی کتاب تصنیف شدہ کتاب مؤطا امام مالک ہے پھر ان کے بعد امام احمدؓ کی سند اور پھر امام داری کی کتاب، بخاری کا درجہ توبع دکا ہے۔ امام عراقی نے مغلطائی کا رد یوں کیا کہ مالک نے اپنی کتاب میں مرسل اور مختلط کو بھی اہتمام متون میں کیا ہے۔ اس کے بعد ابن حجر نے ایک عدمہ مناقشہ پیش کیا کہ مؤطا امام مالک میں مصنف کے ہاں مراسیل صحیح جبکہ بعد کے علماء کے نزدیک ان کی جھٹ میں اختلاف پیدا ہو گیا امام مغلطائی کی بات کی توجیہ ممکن ہے کہ اس دور کی تصنیف شدہ کتب میں جس کتاب کا صحیح اعلیٰ اور عدمہ تھا وہ مؤطا امام مالک ہی ہو۔ اور ابن صلاح کی بات انصیح مظہوم میں بالکل واضح ہے کہ صحیح کتب میں متصل اسناد اور نہایت ہی عدمہ صحیح پر جو پہلی کتاب ہے وہ صحیح البخاری ہے اور باقی رہا ہے کہ انہوں نے مراسل اور مخالفات کو ذکر کیا جس کے چند مقاصد ہیں اور ان مرویات کو بھی دوسرے مقامات پر امام بخاری نے موصول ذکر کیا ہے۔

اور حافظ ابن حجر علیہ الرحمہ نے بھی ان مخالفات کو موصول بیان کیا ہے۔<sup>۳۰</sup>

اس مثال سے یہ بات نہایت عدمی سے واضح ہوتی ہے کہ مرویات اور واقعات کے صحت کا معیار مختص نہیں ہے کہ وہ کس کتاب میں موجود ہیں بلکہ صحت کا معیار صحیح اور شروط پر ہے۔ جس قدر صحیح اور شروط سخت اس قدر روایات اور واقعات کی صحت میں بھی تھی، گوکہ شروط اور صحیح کی اہمیت میں معیار صحت کا بھی فرق ہوتا ہے۔ دونوں کتب صحیح ہیں لیکن پہلی دوسری پر ارجح حصہ صحیح اور شروط کے اہتمام کی وجہ سے ہے۔

**مؤطا امام مالک کی مراسیل اور باغیات کی علماء کے نزدیک کیا جیشیت ہے؟**

علامہ کتابی "الرسال المعلَّم" میں رقطراز ہیں:

مؤوظاً امام مالک بن انس: متبوع صدماہب کی کتب میں سے ایک کتاب مؤطا ہے جس کی تالیف شیخ الحمدی، ائمہ کے امام مالک بن انس نے کی ہے۔ اس میں تین ہزار مسائل اور سات سو احادیث اور اس کے ساتھ ساتھ اقوال صحابہ بھی ہیں، اور اس کتاب کے شارح ابن عبدالبر اثری نے مؤطا کی تمام مرفوع مرویات خواودہ متصل ہوئی مختلط ان کو اپنی کتاب "التفصیل" میں ذکر کیا ہے۔<sup>۲۲</sup>  
نیز ابن عبدالبر کا مالکیہ پر بہت بڑا احسان ہے کہ انہوں نے مؤطا کی مسائل اور باغیات، تمام کو موصول اور متصل بیان کیا ہے۔ علامہ کتابی لکھتے ہیں:

"وَلَهُ كِتَابٌ فِي وَصْلِ مَا فِيهَا مِنَ الرُّسْلِ وَالْمُنْقَطِعِ"۔<sup>۲۳</sup>

انہوں نے اپنی کتاب میں مؤطا کی تمام مرفوع مرویات جو مرسل یا محصل تھیں ان کو موصول اور متصل بیان کیا ہے سوائے چار کے۔ اور علامہ صالح قلانی کہتے ہیں کہ میں نے ابن صالح کی کسی کتاب میں یہ چار مرویات جن کی متصل سند، ابن عبدالبر گونہ میں، ان کو با اسناد متصل پایا۔ اس کتاب کا نام الشمید لـ ما فی المؤطـا مـن الـمعـانـی و الـمـسـانـید ہے، اس کے مقدمہ میں ابن عبدالبر نے اس بات کا تذکرہ کیا ہے۔<sup>۲۴</sup>

ائمہ کے مندرجہ بالا کلام سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مؤطا میں امام مالک وہ تمام مرویات جن میں مالک قال رسول اللہ کہتے ہیں یا بلطفی ان رسول اللہ، کذا، تو وہ سب مرویات، فضل اللہ تعالیٰ ائمہ کی تصریح کے مطابق مستند اور متصل ہیں۔<sup>۲۵</sup>

اعلیٰ شروط عمدہ تالیف کی عکاس ہیں:

اعلیٰ شروطی کی اہمیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جس قدر کسی کتاب کی تالیف میں صحیح اور شروط اعلیٰ معیار کی ہوں گی اس کی مرویات اور فحص کی صحت بھی اس قدر اعلیٰ ہو گی اور وہ کتاب اپنی تمام ہم موضوع کتب میں بے نظر ہو گی۔ اگر کتاب کا مؤلف صحیح میں اعلیٰ اور اسحاق شروط کا اہتمام کرے گا تو وہ اس صحیح اور شروط اعلیٰ کا لحاظ رکھتے ہوئے کتاب میں روایات اور واقعات کو بیان کرے گا۔ مؤطا امام مالک اور صحیح بخاری کے مابین موازنہ سے ترجیح ہر صورت میں صحیح بخاری ہی کو ہے جیسے کہ علماء اصول نے اس کی وضاحت اپنی کتب میں کی ہے اگرچہ مؤطا کی باغیات اور مسائل کو متصل سند کے ساتھ علام ابن عبدالبر نے تجویز میں ذکر کیا ہے میں ان مسائل اور باغیات کے متصل اسانید کی کیا حیثیت ہے، کیا علماء نے ان کو صحیح قرار دیا ہے؟ اس پر بھی مزید

تحقیق اور جستجو کی ضرورت ہے۔

یہ بات بھی مسلم ہے کہ کسی روایت یا قصہ کی صحت کا دار و مدار اس بات پر نہیں ہے کہ وہ کس کتاب میں مذکور ہے بلکہ صحت کا انحراف صحیح اور شروط پر ہے اس دعویٰ کی وضاحت اور اثبات میں دوسری دلیل پیش ہے۔ علماء اصول حدیث، اصول حدیث کے اختتام میں کتب کا تعارف ذکر کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر کتب حدیث کی کئی اقسام ہیں جو اعم، مستخرجات، اسنن، وغیرہ، انہیں اقسام میں سے ایک قسم متدرک ہے۔ متدرک کا مشہوم یہ ہے کہ کسی کتاب کا مؤلف خاص صحیح اور شروط کا لائماً کرتے ہوئے کتاب میں احادیث ذکر کرے لیکن کچھ احادیث جو اس کی شرط پر ہوں اس سے رو جائیں وہ انہیں نقل نہ کر سکے تو بعد کا کوئی محدث ان احادیث کو علیحدہ سے ایک کتاب میں درج کر دے جو اس مؤلف کی شرط پر تھیں لیکن وہ نقل نہ کر سکا۔ استدراک پر مشہور کتاب امام حاکم کی ہے۔

امام حاکم کے استدراک پر علماء نے لفڑ کیا ہے علماء ابن حبان في علم الحدیث میں حاکم کے استدراک پر لکھتے ہیں:

**فِي ذُكْرِ الْمُسْتَدْرِكِ لِلْحَاكِمِ: وَهُوَ وَاسِعُ الْعَطْرِ فِي شَرْطِ الصَّحِيحِ**

**مُسَاهِلٌ فِي الْقَضَاءِ بِهِ۔** ۲۳

حاکم رحم اللہ اپنی متدرک میں صحیح کی شرط کو نافذ کرنے میں غلطی کی ہے نیز کسی حدیث پر صحت کا حکم لگانے میں بھی تنازل تھے۔

حافظ ابن حجر انہیں میں رقمطر ازین:

ان کے نزدیک متدرک کی تقسیم کچھ یوں ہوتی چاہیے۔ جس کی مکانہ صورتیں یہ ہیں۔

- (۱) حاکم متدرک میں وہ احادیث ذکر کرتے جن کے راوی صحیبین یا ان میں سے کسی ایک کے ہاں قابل جگہ ہوتے اور اجتماعی صورت میں روایت نقل کرتے، اور سند میں کوئی علت اور ضعف بھی نہ ہوئی، اجتماعی صورت سے انفرادی صورت خارج ہو گی جیسا کہ سفیان عن الزہری، بخاری اور مسلم نے ان دونوں کی حدیث انفرادی طور پر لی ہے۔ کیونکہ سخیان بن حسین کا ساع امام زہری سے ثابت نہیں ہے لہذا اگر اس کی روایت زہری سے ہو تو وہ شرط شاخخیں نہیں ہو گی نیز وہ علت سے خالی ہو گی، یعنی کہ مس راوی نہ ہو، کیونکہ صحیبین کے مس کی تدبیس ساع پر محول ہے لیکن صحیبین کے علاوہ مس کی عن والی روایت کے ساع کی تصریح ضروری ہے۔ ۲۴

۳۵) مطالعہ کا تحقیقی مطالعہ۔

متدرک حاکم میں اس حکم کی بہت تھوڑی احادیث ہیں البتہ امام حاکم سے یہ تسال ہوا ہے کہ وہ حدیث یحییٰ میں موجود ہوتی ہے اور وہ پرہیجی متدرک میں ذکر کر رہے ہیں۔

(۲) وہ اسانید جن کو شیخین نے مفرونا بغیرہ ذکر کیا ہے بطور حجت اور دلیل ذکر نہ کیا ہو بلکہ بطور متابعت اور شواحد ذکر کیا ہو مثال کے طور پر امام بخاری متابعات میں مخلط راوی کی وہ روایت قابل قبول سمجھتے ہیں جو اختلاط سے پہلے ہو، اب بالفرض وہی راوی صحیحین کے علاوہ کسی دوسری کتاب میں آجائے تو وہ شرطی شیخین برئیں ہو گا۔ یہی تسلیم امام حاکم سے مستدرک ہیں ہوا۔

(۳) وہ جو شخصیں کے نزدیک قابلِ جمعت نہ ہو اور ہمی مذاہات میں ذکر کی ہو حاکم اُنہیں اپنی مستدرگ میں ذکر کر رہے ہیں اور یہ بہت بڑا اسلام ہے۔<sup>۲۵</sup>

**الحاكم يلزم مهما بآخر ارج أحدوك لاتلزم مهما الضعيف**  
رووا ابن عثيمين قال القول يائيا على شرعاها او شرطاً احدهما غير صحيح "بس"

"حاکم شیخین پر ان احادیث کی تحریج الزم قرار دے رہے ہیں جو راویوں کے ضعف یا معلول ہونے کی وجہ سے ان پر لازم نہیں ہے۔ لہذا حاکم کا استدراک غیر معین اور غیر صحیح ہے"۔

علام سالمی کا کلام مستدرک پر انتہائی سخت ہے وہ لکھتے ہیں:  
 ”میں نے مکمل طور پر مستدرک حاکم کا مطالعہ کیا ہے اور مجھے ایک حدیث بھی شرعاً شرط شیخین پر نہیں  
 فی۔“ ۳۷

ابو حیہ نے علامہ ذہنی کے حوالہ سے لکھا ہے: وہ فرماتے ہیں ان کا قول ملوا اور اسراف بڑھتی سے۔ ۳۸

علام ابن کثیر نے این صلاح کے حوالہ سے لکھا ہے: «ان کیان فی بعضها مقال۔ ۳۹

حاکم کے استدراک پر کچھ کلام ہے۔ البتہ حاکم کے اس استدراک پر نہایت ای عمدگی اور انصاف سے جو فیصلہ امام ڈھنی نے کیا ہے وہ قابلِ انتقاد ہے۔ یاد رہے کہ امام ڈھنی نے مدرس حاکم کی تخلیص کی ہے، وہ اس تخلیص میں حاکم کے حکم کا اختصار کرتے ہیں اور بعض جگہوں پر امام حاکم پر بخشنامہ کا ردِ بھی کرتے ہیں: امام ڈھنی لکھتے ہیں:

حاکم کی متدرگ کا نصف حصہ استراک کے میں مطابق بے نصف حصے میں استراک کا حق ادا کیا ہے، البتہ تیرا حصہ ان مردیات کا ہے جو ان کے نزدیک صحیح ہے اور اس میں بھی بعض جگہوں پر کچھ

اعترافات ہیں جبکہ چوتھا حصہ موضوع اور مناسکی روایات پر مبنی ہے۔ ۴۱

من جملہ امام حاکم سے استدراک میں شامل ہوا ہے اور اس وجہ سے ان کی کتاب کا اکٹھ حصہ موضوعات اور بعض حصہ استدراک سے ہٹ کر ہے جس کی وجہ سے علماء نے ان پر نظر کیا ہے۔ ان کے علاوہ حافظ فیض المقدسی کی تحقیق قابل قدر ہے انہوں نے الاحادیث المخارة کے مقدمہ میں لکھا کہ میں اس کتاب میں ان احادیث کو درج کروں گا جو صحیحین کی شرط پر ہوں لیکن بخاری و مسلم نے ان کو نظر نہ کیا ہو۔ اسی اور پھر اس شرط اور صحیح پر آخری قائم رہے اور اس وجہ سے علماء نے ان کے اور حاکم کے استدراک کے مابین موازنہ کرتے ہوئے فیض المقدسی کے کام کو خوب سربا اور تحسین کی۔ علامہ ابن تیمیہ کے حوالے سے حافظ کتابی لکھتے ہیں:

وَذَكَرَ أَنَّ تَبَمَّةَ وَالْزَرْ كُشِيٌّ وَغَيْرُهُمَا أَنَّ تَصْرِحُجَةَ أَعْلَى مَرِيزَةٍ مِنْ تَضْرِحُجِ  
الحاکم فَإِنَّهُ قَرِيبٌ مِنْ تَضْرِحُجِ التَّوْرِیدِ وَأَبْيَنَ حَتَّانَ۔ ۲۲

انہن تیمیہ، ذریثی اور ان کے علاوہ کئی علماء نے فیض المقدسی کی تصحیح (یعنی کہ ان کا کسی حدیث کو صحیح کہنا) امام حاکم کی تصحیح سے اعلیٰ ثابت کیا ہے اور تیز ان کے حکم صحت کو ترمذی اور ابن حبان کے حکم کے برابر قرار دیا ہے۔

علامہ کتابی مزید قطر از ہیں۔

”ذَكَرَ أَنَّ عَبْدَ الْهَادِیَ فِي الصَّارِمِ الْمُنْكَرِ تَحْوِةً وَزَارَ فَانَّ الغَلَطَ فِي قَبْلِ لَهِ  
هُوَ مِثْلُ تَصْرِحُجَةِ الْحاکِمِ۔“ ۲۳

علامہ عبدالحی کلکھنی نے الاجوہ الفاضل میں ابن عبد الحادی کے حوالے سے لکھا ہے۔ ۲۴

”حدیث یا کسی واقعہ کی اعلیٰ صحت کا مدار صرف اس بات پر مبنی ہوتا کہ وہ قلائل کتاب میں ہے بلکہ اعلیٰ صحت کا معیار اور دار و مدار شرط صحت پر ہے جس قدر شرط صحت اور صحیح اعلیٰ درجے کا ہوگا، روایات اور واقعہات کی اسنادی حالت بھی اسی قدر ہوگی۔“ ۲۵

ابتداء اس بات کا اضافہ کیا ہے کہ الاحادیث الکھارہ میں غلطیاں بہت تھوڑی ہیں اور ان کی تصحیح حاکم کی تصحیح کی مانند نہیں ہے کیونکہ حاکم کی متدرگ میں موضوع اور من گھرست روایات بھی کافی مقدار میں ہیں اس وجہ سے حاکم کا استدراک اس مقام کو جاصل نہ کر سکا بلکہ وہ اس درجے سے بہت بچے چلے گئے۔

علامہ عبدالحی کلکھنی نے الاجوہ الفاضل میں حاکم کے استدراک پر علامہ تیمیہ کا کلام نظر کیا ہے۔

”قدْعِرُفَ تَسَاهَلُهُ“: ۲۶

حاکم کا تصالح معروف اور مشہور ہے۔ نیز ضیاء المقدسی کے استدراک پر تعریفی کلمات کے ہیں۔ ۲۷

اس ضمن میں علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں:

”وَهُوَأُجُودُ مِنْ مُسْتَلْزِلِ الْحَاكِمِ لَوْكَمْلَ وَفِيهِ عُلُومٌ حَدِيثٌ“: ۲۸

ضیاء المقدسی کی کتاب علوم حدیث کا ذخیرہ ہے اور یہ حاکم کی مددگار سے کئی گناہ زیادہ و عمدہ اور اعلیٰ ہے۔ ان تین مثالوں سے یہ خوب واضح ہوا کہ روایات اور واقعات کی صحت کا دار و مدار مبلغ اور شرائط کی صحت پر ہے، اگر مبلغ اور شروط اعلیٰ ہوں تو روایات اور واقعات بھی صحت میں اس قدر اعلیٰ اور اہمیت ہوں گے۔ ۲۹

اگر مبلغ میں شخص اور کمزوری ہو یا من مبلغ اعلیٰ ہو یا کتن قلتیں اور روایات کو نقل کرتے ہوئے تسلی اور غلطت ہو جائے تو اس سے کتاب کا مبلغ اور مؤلف کی شروط افسوس اور بے فائدہ بھرہ تی ہیں۔ ان مثالوں سے اور پچھلے کلام سے یہ بات اظہر ہے کہ مبلغ اور شروط کی اہمیت علماء کے نزدیک بہت زیادہ ہے خواہ اس مبلغ کی اصرع مؤلف خود کو دے یا بعد کے علماء کریں بصورت وغیرہ انسان کتاب کو سمجھنے میں اس کے اسلوب کی معرفت میں غلطی کا ٹکارہ ہو جاتا ہے اور پھر تو جیج القول بحالاً ترضی بہ الفائل کام رکب ہوتا ہے جو کہ علمی دنیا میں بہت بڑی فیض غلطی اور خطاء ہے۔ علماء کے نزدیک من مبلغ اور شروط کی بحث انتہائی افادیت کی حامل ہے۔ من مبلغ اور شروط کے واضح ہونے سے قاری کیلئے آسانی ہو جاتی ہے، شروط اور من مبلغ کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ جب قاری یا باحث کسی کتاب کا مطالعہ کرے اور اس کا اسلوب اور مبلغ اس کے علم میں ہو تو اس کتاب سے استفادہ آسان اور نہایت ہی کارآمد ہو جاتا ہے۔ اور انسان پتذر ضرورت مقررہ کتاب سے استفادہ کرتے ہوئے اس پر نقد اور اشافہ بھی کر سکتا ہے جیسے کہ علماء اصول اور علماء اہل السیر نے محمد شین کی کتب کے من مبلغ پر خوب استقراء کیا ہے، غور و فکر کرنے کے بعد ان کے روایات کو یعنی کا طریقہ، اخذ روایت، کس قسم کی مروایات کو بطور دلیل اور جست سمجھتے ہیں، اور کس قسم کی مروایات سے اعراض کرتے ہیں اور کوئی روایات ان کی شروط اور مبلغ کے مطابق ہیں اور کوئی ان کی شروط پر نہیں ہیں۔

اس تحقیق اور تکمیل کا علمی فائدہ یہ ہوا کہ تاقد علماء نے کچھ کتب کے من مبلغ کا استقراء کیا، اس کے بعد جب ان کی تحقیق مکمل ہوئی تو ان کو بعض ایسی مفید اور نہایت ای تیقینی معلومات حاصل ہوئیں، جو اس سے قبل ان کے احاطہ علم میں نہیں، اور جیسا انھوں نے ایسی مروایات کو پڑھا جو مؤلف کی شروط سے جدا تھیں وہاں انھوں نے نقد بھی کیا، اور یہ نقد بعض دفعہ میں اصول اور تواعد کے مطابق تھا اور بعض دفعہ نقد بعض فی تھا۔ مثال

کے طور پر صحیحین کی صحت پر پوری امت کا اجماع ہے، علامہ ابن الصاری میں بیان کیا ہے۔<sup>۵۲</sup>

نے مقدمہ صحیح مسلم اور حافظ ابن حجر نے حدی الصاری میں بیان کیا ہے۔<sup>۵۳</sup>

وہ لکھتے ہیں کہ بخاری و مسلم کی تمام مرویات کی صحت پر پوری امت کا اجماع اور شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ "جیۃ اللہ البالغۃ" میں رقطراز ہیں کہ جو صحیحین کی عظمت اور صحت کا انکار کرے وہ اہل الشیعہ میں سے نہیں ہے کیونکہ پوری امت کا صحیحین کی احادیث کی صحت پر اجماع ہے۔<sup>۵۴</sup>

البست تیسری اور پچھی صدی میں حافظ دارقطنی، علامہ ابو علی نافی، خطیب بغدادی نے صحیحین کی پدر مرویات پر نقد کیا۔<sup>۵۵</sup> اور امام دارقطنی نے اس حلسلہ میں الازمات و اتفاق لکھی۔<sup>۵۶</sup>

اس بحث کا بہترین خلاصہ حافظ ابن حجر نے حدی الصاری میں کیا ہے۔ اور جن احادیث پر دارقطنی "غمیرہ نے اعتراض کیا ان کا تسلی بخش جواب دیا ہے اگرچہ بعض جوابات میں ترمی کا مظاہرہ کیا ہے۔ حافظ ابن حجر حدی الصاری میں لکھتے ہیں: صحیحین کی جن مرویات میں اختلاف ہے ان کی کل تعداد 110 ہے، 32 صحیح بخاری کی جبکہ 78 صحیح مسلم کی مرویات ہیں، اس کے بعد علامہ نووی کا کلام نقش کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ صحیحین کی تمام مرویات کی صحت پر امت کا اجماع ہے، سوائے ان روایات کے جن پر حافظ دارقطنی نے اعتراضات کیے ہیں اور دوسرے مقام پر فرماتے ہیں کہ حافظ دارقطنی "غمیرہ" کے اعتراضات انتہائی ضعیف اور کمزور قادر بھی ہیں جو سراسر جمہور کے خلاف ہیں۔<sup>۵۷</sup>

حافظ ابن حجر ان اعتراضات کے بارے میں بھی بن مدینی کا اثر پیش کرتے ہیں کہ امام بخاری فرماتے ہیں جب ان کو صحیح بخاری سمجھنی تو انہوں نے اس کی تحسین کی حالانکہ وہ محل کے ماہر تھے انہوں نے یہ اعتراضات نہ کیے۔ اسی طرح صحیح مسلم بھی امام مسلم نے ابو زرعة پر نقش کی تو انہوں نے کوئی اعتراض نہیں کیا۔<sup>۵۸</sup>

اور اگر ان اعتراضات پر غور کیا جائے تو علماء کے نزدیک یہ فتنی اعتراضات ہیں کہ فلاں روایت جو شیخین نے ذکر کی ہے وہ ان کے سمجھ پر نہیں ہے۔ صحت کے ضعف کا کوئی قائل نہیں ہے۔<sup>۵۹</sup> جیسے کہ احمد شاکر نے الباعث میں لکھا ہے۔<sup>۶۰</sup>

اس بحث سے ہمارا مقصود صرف اتنا ہے کہ جن حضرات نے اعتراضات کیے، ان کا استقراء تمام تھا، انہوں نے مکمل شیخین کے سمجھ کو پڑھا، اخذ کیا اور پھر اس پر نقد کیا ہے اگرچہ اس نقش کی بعض اہل علم کے ہاں قدر ہے اور بعض اہل علم اس کی قدرت نہیں کرتے لیکن یہ ایک تحقیقی کام ہوا ہے۔ اسی طرح حافظ ذہبی نے

متدرک حاکم کی تخلیص کی ہے اور اس پر اچھا خلاصہ اور نقد بھی پیش کیا ہے، جو تھجی کی افادیت پر منہ بولنا شوت ہے۔

علامہ یاسر الشماںی " الواضح " میں فقرہ از ہیں:

مناھج اور شروط کا اہتمام اور علماء اصول اور سیر کی تبویب اور تصانیف کی معرفت، یہ طلباء اور محققین کے لیے انتہائی مفید ہے، اور ان کے سامنے ان مناھج کو پڑھ کر یہ فکر واضح ہوتی ہے کہ محمد شین اور اہل سیر کے نزدیک کتب کی تالیف بھیں بے مقصد و تھی بلکہ وہ اپنی کتب کو کہتے وقت چند قواعد اور ضوابط کا اہتمام کرتے تھے، تاکہ بعد میں آنے والوں کے لیے پڑھنے میں وقت نہ ہو، اس ساری بحث سے طلباء اور محققین کو یہ بھی فائدہ ہوگا کہ علماء کے نزدیک مناھج اور شروط کے اہتمام میں فرق پایا جاتا ہے۔ لہذا جب شروط اور تھجی میں فرق ہوگا تو محنت روایات میں بھی فرق ہوگا۔<sup>۲۰</sup>

### خلاصہ کلام:

اس کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ محققین اور متاخرین علماء خواہ ان کا اتعلق فتن حدیث سے ہو یا تاریخ اور سیر سے ہو تمام کے نزدیک شروط اور مناھج مسئلہ تھے۔ انہوں نے کتب کی تالیف اور تصانیف میں جن خاص امور کا اہتمام کیا، یا تو سردست کتاب کے مقدمہ میں اپنی شروط اور تھجی کو درج کیا، یا علیحدہ سے کسی کتاب پچھے میں اپنے اسلوب کی وضاحت کر دی اور جن علماء نے اپنے اسلوب کی وضاحت جیسی کی متاخرین علماء نے ان کی کتب کا مکمل طور پر مطالعہ کیا اور ان کے مناھج اور اسلوب کو واضح کیا، محققین میں امام ابو داود کا رسالہ ابی داؤد ایل مکہ اور ابن حبان کی صحیح ابن حبان اور علماء ابن خلدون کا مقدمہ ابن خلدون۔ محققین ایل حدیث اور اہل سیر اور مؤلفین کے نزدیک مناھج اور شروط کی اہمیت پر دلیل قاطع ہیں۔ ان حضرات نے حدیث، سیر، تاریخ اور مخازی کے علوم میں مختلف حتم کے قواعد اور ضوابط کا اہتمام کیا نیز ان قواعد میں روایات اور واقعات کی اسناد اور متنوں کی جائیج پر کہ کرنے کے ساتھ ساتھ خارجی قرآن کا بھی اعتبار کیا گیا تھا، اور ان کا اسلوب خالص ناقدان اور محققان اصولوں پر ہے۔

جبکہ متاخرین علماء میں سے علامہ حازمی کی شروط الائج انگر جو کہ علامہ چشمی صاحب کشف القبور کے نزدیک متاخرین علماء میں اس فتن کی پہلی کتاب ہے۔ ای اس طرح علامہ ظاہر مقدمی کی شروط الائج الستہ جو کہ کتب ستر کی شروط اور مناھج کی تفصیل پر مبنی ہے۔ اس طرح حافظ ابن حجر، عبدی الساری، علامہ یاسر الشماںی کی الواضح فی مناھج الحدیثین، دکتور رضا احمدی کی تھجی الحدیثین میں نظریہ تھجی و تاریخ العلوم، دکتور

رمعت فوزی کی المدخل ای مناجح الحمد شین، اسی طرح علامہ سعیدی کی الحادی للذاتی، علامہ سقاوی کی الاعلان بالتوخ، اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے نیز شروط اور مناجح، روایات اور اتفاقات کی صحت پر مژوڑ ہوتے ہیں اگر مناجح اعلیٰ اور اثابت ہو تو مرویات اور شخص کی صحت بھی اعلیٰ اور اثابت ہو گئی، اور مناجح کی افادیت میں سب سے اہم نکتہ یہ ہے کہ جب تک کسی کتاب کا مناجح واضح نہ ہو اس وقت تک قاری اور باحث اس سے کماحد استقادہ نہیں کر سکتا ہے، بصورت دیگر شارصین کتب، شروط اور مناجح سے نہ اقتیت کی ہے، پر کتاب کی وہ توضیح اور تشریح کرتے ہیں جو مؤلف کے انداز سے بالکل مختلف اور جدا گانہ ہوتی ہے۔

### حوالہ جات و حواشی

- ۱۔ البرجاني، علی بن محمد، التصریفات، مکتبہ، دارالکتاب اعرابی، بیروت، ۱۳۰۵ھ، جلد: ۱، ص: ۱۶۶
- ۲۔ ذاکر و حبہ الزحلی، اصول الفقہ الاسلامی، دارالفنون بیروت، ۱۳۰۹ھ، ج: ۱، ص: ۹۸
- ۳۔ رمعت فوزی، المدخل ای مناجح الحمد شین، دارالسلام، ۱۳۱۹ھ، ج: ۹، ص: ۸
- ۴۔ علامہ سليمان اللہ خان، کشف الباری، مکتبہ فاروقی، کراچی، ص: ۱۶، ج: ۱
- ۵۔ ابوالاؤد، سليمان بن الاشعث، رسالت ای اصل مکتبہ، المكتب الاسلامی، بیروت، طبع ثالث، ۱۳۰۵ھ
- ۶۔ ابوالحنیث، عبد الحمیں لکھنؤی، الاجوبۃ الفاضل لlausالله العزیزۃ الکاملۃ، مطبوعات الاسلامیہ بیروت، ص: ۹۲
- ۷۔ الامیر علاء الدین علی بن طیبان، الاحسان فی ترتیب صحیح ابن حبان، دار الكتب العلمیہ بیروت، الطبعۃ الاولی ۱۳۶۰ھ، ص: ۵۰
- ۸۔ مقدم ابن صلاح، ابن صلاح، المکتبۃ العلمیہ، بیروت، الطبعۃ الاولی ۱۹۳۱م، ص: ۳۳۸
- ۹۔ ابوالاؤد سليمان بن الاشعث، رسالت ای ابوالاؤد، المکتبۃ الاسلامیہ، ص: ۲۲
- ۱۰۔ حافظ ابن حجر نجدی الساری میں جو کہ مقدم ابن حجر الباری اس میں یہ تمام مباحث کیے ہیں رمعت فوزی عبدالمطلب، المدخل ای مناجح الحمد شین، دارالسلام ریاض، ۱۳۲۹ھ، ص: ۱۱
- ۱۱۔ ایضاً
- ۱۲۔ یقی اسرائیل: ۳۶
- ۱۳۔ ابن صلاح، علوم الحدیث المکتبۃ العلمیہ بیروت، الطبعۃ الاولی، ص: ۳۳۳
- ۱۴۔ ابن خلدون، عبد الرحمن بن خلدون، مقدم ابن خلدون موقع الوراق، س طهارہ، ص: ۱۸
- ۱۵۔ رضا الحمد، مناج الحمد شین میں نظریہ انج و تاریخ اعلوم، مکتبہ صید الغوامد (شامل)
- ۱۶۔ سورۃ الانفال: ۳۳
- ۱۷۔ اعترافی ابن حجر، المکتبۃ: ج: ۱، ص: ۵۵۱

- ١٩- الذبيحي، محمد بن الحسن، الموقظ، دار ابن حوزي، الطبعة الاولى، ج: ٥، ص: ٧٨.
- ٢٠- الشافعى محمد بن اوريس، الرسائل، تأثیر احمد، ج: ٣٦٥، ص: ٣٦٧.
- ٢١- ابن كثير، محمد بن إسحاق، اختصار علوم الحديث، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الاولى، ج: ٢٨.
- ٢٢- دكتور محمود عثمان، تيسير مختصر الحديث، مركز الحدى الاسكندرية ١٩١٥هـ ، الطبعة السابعة، ج: ٣٢، ص: ٣٢.
- ٢٣- أشعلاني ابن حجر، النكست - ج ١ ص: ٢٨٠.
- ٢٤- اليشائى: ج: ٢.
- ٢٥- نووى، عَلَى بْنِ شَرْفِ، تَبَدِّيْبُ الْإِسْمَاءِ وَالْمَفَاتِ، الطَّبَاعَةُ الْأُمْرِيَّةُ ج: ١، ج: ٣، ص: ٧٣.
- ٢٦- أشعلاني ابن حجر، النكست - ج ١، ج: ٢٦، ص: ٢٦.
- ٢٧- اليشائى ج ١، ج: ٣٢٥.
- ٢٨- ابن صلاح، علوم الحديث، ج: ٢.
- ٢٩- أشعلاني، النكست - ج ١، ج: ٣٨٠، ص: ٣٨١.
- ٣٠- الكنانى، محمد بن جعفر، الرسائل المختصرة، مكتبة دار البشائر الاسلامية بيروت ١٩٨٦ء، ج: ١٠، من تمارو.
- ٣١- اليشائى.
- ٣٢- ابن عبد البر، يوسف بن عبد الله، التمجيد لمائة المؤطمات من المعانى والأسانيد، مؤسسة القرطبى، بغداد، مقدمه: ج: ٩.
- ٣٣- ابن صلاح، علوم الحديث، ج: ٢.
- ٣٤- أشعلاني، ابن حجر، النكست على ابن صلاح ، ج: ١، ج: ٣١٥.
- ٣٥- أشعلاني، ابن حجر ، النكست على ابن صلاح ج: ١، ج: ٣١٨.
- ٣٦- ابن كثير، اختصار علوم الحديث، ج: ٥٣.
- ٣٧- ابن حجر، النكست - ج: ١، ج: ٣١٢.
- ٣٨- ابو الحصبة محمد بن محمد، الوسيط في علوم مختصر الحديث، عالم المعرفة جده، ج: ٢٣١، ص: ٢٣١.
- ٣٩- ابن كثير، اختصار علوم الحديث، ج: ٣٣، ص: ٣٣.
- ٤٠- تدریب الراوی ج ١، ج: ١٣٣.
- ٤١- المقىدى، فضال الدين، محمد بن عبد الواحد، الاحاديث المخارة ، مكتبة الاصوی، مقدمة تحقيق عبد الله وحشيش، ج: ٢٣.
- ٤٢- الكنانى، الرسائل ج: ١٢.
- ٤٣- الكنانى، الرسائل ج: ١٢.

- ٣٣۔ تکھنیو، محمد عبدالحکیم، الاجویۃ الفاضلۃ، مکتبۃ الرشید، الطبعہ الثانی، جس: ۱۰۳
- ٣٤۔ عراقی، عبدالرحیم، احسین، شرح الفیہ العراقي، بن۔ نہاروس: ۱۶
- ٣٥۔ الاجویۃ الفاضلۃ، للعبد الحکیم، جس: ۸۷
- ٣٦۔ الوسیط لابی شعبہ، جس: ۲۵۰
- ٣٧۔ اختصار علوم الحدیث، ابن کثیر، جس: ۲۶
- ٣٨۔ کشف الباری مقدمہ من: ۱، جس: ۱۸۹
- ٣٩۔ ابن الصلاح، علوم الحدیث جس: ۲۸
- ٤٠۔ النووی الحنفی بن شرف، مقدمہ شرح النووی علی صحیح مسلم، دیکٹاۃ الاسلامیہ، جس: ۱۶، بن نہاروس
- ٤١۔ حدی الساری الابن حجر، جس: ۳۲۳
- ٤٢۔ ولی اللہ، احمد بن عبدالرحیم، جیجۃ اللہ البالغۃ، ادارۃ الاطباء، امسیر: ۱۳۵۲۰، جس: ۲۹۷
- ٤٣۔ حدی الساری الابن حجر، جس: ۳۲۳
- ٤٤۔ دارقطنی، ابو اسکن علی بن عمر، الازمامات و القیم، دارالكتب العلییة، جملکی تحقیق مقبل بن حاری نے کی۔
- ٤٥۔ حدی الساری الابن حجر، جس: ۳۲۵، ۷۵-۳۲۵
- ٤٦۔ مقدمہ صحیح مسلم للنووی، جس: ۱۶، ۱۹
- ٤٧۔ الوسیط لابی شعبہ، جس: ۲۵۷
- ٤٨۔ احمد شاکر، الباعث الحشیث، شرح اختصار علوم الحدیث، مکتبۃ دارالسلام الیاض، الطبعہ الثالثی، امسیر: ۱۳۴۱، ج: ۲۰۰۰، جس: ۳۵
- ٤٩۔ علامہ یاسر الشافی، الواضح فی مناسیح الحدیث، الطبعہ الثالثی دارالحائل، جس: ۹
- ٥٠۔ حاجی خلیفہ، مصطفیٰ بن عبد اللہ، کشف الظیون عن اسامی الکتب والفنون، داراحیاء التراث العربي، ج: ۲، جس: ۵۳

